غیر مطبوعہ

قطعات

جہدِ مسلسل

یہ جُہدِ مسلسل جو لہو پی کے پلی ہے
اقوام کی تاریخ میں گھر کرکے رہے گی
آزادئ کشمیر کے شُعلوں کی بلندی
اِک روز " ہمالہ " کو بھی سر کرکے رہے گی

احتیاط

یہ قحطِ فکر کا موسم ہے ... سوچ سوچ کے بول
کہ سانس روک کے دنیا تری صَدا کو سُنے
اس اِحتیاط سے چل، کارگاہِ عالم میں ...... !
کہ " نسلِ نَو " ترے نقش قدم کی خاک چنے

منہ کے بل

توڑا مجاہدوں نے بھڑک کر " محاصرہ "
اپنے سِتم سے آپ " سِتم " ہو کے شَل گِرا
" درگاہِ بَلؒ " میں کھائی عجب طور سے شکست
بھارت کا جو وقار تھا، سب منہ کے بَل گِرا

اک روز

اِک روز تو کشمیر کی کلیاں بھی کھلیں گی
اِک روز تو دھڑکے گا یہاں ذوقِ نُمو بھی
اِک روز تو مہکے گی مسرّت سے یہ وادی
اِک روز تو دہکے گا " مسلماں " کا لہو بھی

زمیں بوس

ہیبت مجاہدوں کی ہر اِک سَمت چھاگئی
شُعلہ غرورِ ہند کا بس اوس ہوگیا
بپھرے کچھ اَدا سے نڈر حُریّت پسند
بھارت کا ظلم و جورز میں بوسی ہوگیا

آزادی کشمیر.....!

بھارت کے ارادوں کو جلادے گی کسی روز
جلتی ہوئی ہر آنکھ کے ہر خواب کی تعبیر!
کہتا ہے اُبھرتی ہوئی ہر صبح کا سورج
کچھ اور بھی نزدیک ہے " آزادئ کشمیر "

مجاورانِ قلم

جھپٹ رہے تھے جو کل ہم پہ دشمنوں کی طرح
لپٹ رہے ہیں وہی آج دوستوں کی طرح
" مجاورانِ قلم " کی بہکتی چال نہ دیکھ!
مزاج ان کا بدلتا ہے موسموں کی طرح!

روشنی......!

یارو، اِس احتیاط سے اَب زندگی کرو
جمہوریت کی رُت میں نئی چاندنی کرو
دیکھو جہاں جہاں بھی مسلّط ہو تیرگی
اپنے لہو سے آپ وہاں روشنی کرو

کچھ احتیاط

دِل سے کدورتوں کو مٹا کر بڑھے چلو
بُغض و حسد کی آگ ہے گھر گھر لگی ہوئی
اے وارثانِ حُسنِ سیاست کچھ احتیاط!!
جمہوریت کی آنکھ ہے تم پر لگی ہوئی

لہو

سوئی ہوئی قسمت کو جگانا ہی پڑے گا
ظالم کا ہر اِک نقش مٹانا ہی پڑے گا
اِک عُمر سے روشن ہیں جو مفلس کے لہو سے
اَب ایسے چراغوں کو بُجھانا ہی پڑے گا

نظام

غریب لوگ بھی اب سکھ کا سانس لیں گے ذرا
مزاجِ صبح سے ملبوسِ شام بدلے گا
لبِ حیات سے پھوٹے گی امنِ نو کی کرن
خدا کا شکر، پرانا نظام بدلے گا!

کینچلی

جو اپنے اپنے اصولوں پہ ناز کرتے تھے!
وہ مصلحت کے تقاضوں میں خود سے ڈھلنے لگے
جو سانپ بن کر غریبوں کا خون پیتے تھے
رُتوں کے ساتھ وہی کینچلی بدلنے لگے . . . !

اُدھار

بدلی جو رُت غرور کے گرد و غبار کی
دستار کُھل گئی تیرے جھوٹے وقار کی
ہم نے کہا نہ تھا کہ نہ بدمست ہو کے چل
مہنگی بہت پڑے گی یہ " عزت اُدھار کی "

حساب

طلوعِ صبح نصیب میں تھی اُبھر چکا زندگی کا سورج
مجاورانِ شبِ جدائی سوالِ جاں کا جواب دیں گے
ضمیر کے تاجروں سے کہہ دو، پناہ ڈھونڈیں نہ مُنہ چھپائیں
عوام کے سامنے وطن کے تمام مجرم حساب دیں گے

آگ

یہ طنز ، بُغضِ مسلسل نہ ہو کہیں تُل کر
وطن کے نام پہ ملتے رہا کرو کُھل کر!
حذر کرو کہ یہ شعلے نہ حد سے بڑھ جائیں
یہ گھر کی آگ ہے، اِس کو بجھاؤ مِل جُل کر

سُہاگ

ہنسنے کا وقت ہے، نہ ہنسانے کا وقت ہے
جذبوں کو خفتگی سے جگانے کا وقت ہے
بھارت کے ظلم و جور کی منحوس آگ سے
کشمیر کا سُہاگ بچانے کا وقت ہے

آخر

جوان جذبوں کے پاسبانو، عظیم مقصد کے تاجدارو
" وفا کی وادی" کے رہنے والوں کو ہمکنارِ شعُور کرنا
چیخ کے دَم توڑ دے گا آخر، غرورِ ظلم وسِتم کا موسم
کہ آ گیا ہے "مجاہدوں" کو لہو کا دریا عبور کرنا

قومی ریلی

اب اپنے وطن میں کوئی سازش نہیں ہوگی
کب تک کوئی اُلجھے گا صفِ اہلِ جنوں سے؟
اُبھریں گے نئی دھج سے دلیروں کے قبیلے
بھپری ہوئی اس نسل کے ہر قطرۂ خوں سے!

وہ لوگ

اُجرت پہ دُور دُور سے بچے بلائیں گے
یا کچھ ملازمین کِرائے پہ لائیں گے
جن کو نہیں پسند قرارِ وطن، وہ لوگ
یومِ قراردادِ وطن کیا منائیں گے؟

سیاست دان

لہو کے داغ کو جزوِ متاعِ جاں سمجھتے ہیں
خزانہ لُوٹنے کو مقصدِ ایماں سمجھتے ہیں
حقیقت میں وہ سودا گر ہیں انسانی ضمیروں کے
مگر کچھ سادہ دِل اُن کو سیاستداں سمجھتے ہیں

خواب

یونہی لکیر کھرچتے ہیں اپنی قسمت کی
وگرنہ اُن کی ہتھیلی میں درج ہی کیا ہے؟
کچھ اِس لیے بھی وہ آنکھوں کو بند رکھتے ہیں
کہ خواب دیکھتے رہنے میں حرج ہی کیا ہے؟

فطرت

زہرِ بُغض و حدس شہر میں گھولنا
پیٹ سے سوچنا، جب سے تولنا
صرف عادت نہیں اُن کی فِطرت میں ہے
بے سبب چیخنا، بے محل بولنا!

آج کل

ہم پہ کیا وار کرنا کہ ہم اہلِ دِل
جانے کس موج میں کس روانی میں ہیں ؟
بندہ پرور، نہ پوچھو ہمیں علم ہے
آج کل آپ خود کتنے پانی میں ہیں؟

سودا

جلوت میں وہ کردار کو میلا نہیں کرتے
خلوت میں جو دیکھو تو وہ کیا کیا نہیں کرتے
باطن میں وہ لیتے ہیں کروڑوں کی مراعات
ظاہر میں اُصولوں پہ وہ سودا نہیں کرتے

بدلتی رُت

شعُورِ وقت کے تیور بگڑنے والے ہیں
سِتم کی شاخ کے پھل پھول جھڑنے والے ہیں
بدلتی رُت کی ہوا چال چل رہی ہے کوئی
پُرانے پیڑ جڑوں سے اُکھڑنے والے ہیں

بے وجہ دشمنی

اِنساں کو زیب ہی نہیں دیتا جنونِ موت
اِنسانیت تو لائقِ صد احترام ہے
تہذیب کے خلاف ہے بے وجہ دُشمنی
بھائی کا خون بھائی پہ یُوں بھی حرام ہے

لہو کے پھول

بہت دِنوں میں ہمیں اِذنِ لب کُشائی ملا
سوال جتنے ہوں، سب کا جواب دینا ہے
تُم اپنے زخم گِنو، مَیں لہو کے پھول چنوں
سِتمگروں سے سِتم کا حِساب لینا ہے

بے خبر

نوجواں لاشوں میں گھِر کے رہ گئی ہے زندگی!
ظلم کی وہ شب مِلی جس کی سحر کوئی نہ ہو
جل رہے ہیں بام و دَر اور مطمئن ہے " پاسباں"
گھر کے بربادی سے اتنا بے خبر کوئی نہ ہو!

خدمت

سَر اُن کے غرق ہوگے بُغض و عناد میں
اُن کی جڑیں گڑی ہیں زمینِ فساد میں
وہ کیا کریں گے قوم کی خدمت جو آج تک
اُلجھے ہیں " اعتماد و عدم اِعتماد " میں

تحفظ کی توقع

وہ شخص تو گھوڑوں کی نمائش میں ہے مصروف
مسموم بھرا شہر ہے بارُود کی بُو سے
کیا اُس سے کریں اپنے تحفظ کی توقع؟
حیوان ہوں پیارے جسے انساں کے لہو سے

چادر، چار دیواری

چھپے ہیں عیب اُن کے یوں تو چادر کے تحفظ میں
چلی ہیں چار دن تک چار دیواری کی باتیں بھی
مگر جمہوریت کی صبح، ہم ممنون ہیں تیرے
کہ ننگی ہوگئیں راتیں بھی اُن کی وارداتیں بھی

شہرِ وفا

خوشبو کے قاتلوں کی ہے سازش عروج پر
پُھولوں سے کھیلتی ہوئی موجِ صبا کی خیر،
غارت گروں کی زد میں ہے لاہور کا جمال
اس دَورِ ظلم و جور میں شہرِ وفا کی خیر،

زوال آمادگی

بنامِ بُغض اب الزام دَھرنے پر اُتر آئے
شرافت کی ہر اِک حد سے گزرنے پر اُتر آئے
زوالِ آمادگی دیکھو کہ بازارِ سیاست میں
وہ اپنی آبرُو نیلام کرنے پر اُتر آئے!

پلاٹ

مَرلے ہیں صرف سات مگر مرحلے ہزار
وابستہ اُن سے کون کرے اب نصیب
دیتے ہیں اِک پلاٹ مگر یوں کہ جس طرح
سات آسماں بخش رہے ہیں غریب کو

فتح کا خراج

اِک سمت اہلِ زر ہیں تو اِک سمت ہم غریب
لُو کے مقابلے میں صباحت ہے پُھول کی!
کیونکر نہ ہو نصیب ہمیں فتح کا خراج
ہم لڑرہے آج لڑائی اُصول کی!

لوہے کا جال

دَم توڑنے لگی ہے سِتم کی سیاہ رات!
وہ سامنے سحر کا اُجالا ہے دوستو
زنجیرِ غم پگھلنے کی ساعت قریب ہے
لوہے کا جال ٹوٹنے والا ہے دوستو!!

کوئی پوچھے

شرافت کی سیاست کرنے والوں سے کوئی پوچھے
ہوس، خونِ بشر کی ہولیوں تک کس طرح پہنچی؟
سیاست میں غلاظت کس کی کم ظرفی سے آئی ہے
شرافت گالیوں سے گولیوں تک کس طرح پہنچی

سُنہری جال

خدا محفوظ رکھے حوصلے اِس دَور میں اپنے!
اُدھر اربابِ زر، اِس سمت دھرتی کے جیالے ہیں
غریبوں کو پھنسانے کے لیے پنجاب میں ہر سُو!
سیاست کے مچھیروں نے سنہری جال ڈالے ہیں

مصروفیت

جسے دیکھو وہی مصروف پھرتا ہے الیکشن میں
اِسے سبزی ضرورت ہے اُسے اخروٹ لینے ہیں
مگر مصروفیت دو قسم کی ہے اپنے حلقے میں!
کسی کو ووٹ لینے ہیں کسی کو " نوٹ " لینے ہیں

اب وقت ہے

اب وقت ہے کہ ہمنفس کے ہر اِک غم کو ٹال دو
جتنی کدورتیں ہیں وہ دِل سے نکال دو
کشمیر کی بہشت بچانے کے واسطے!
آپس کے اختلاف کو دوزخ میں ڈال دو

دُشمن

آرائشِ مذاقِ جنوں اِس طرح کرو،
گنجائشِ رفو بھی ہو دامن کے چاک میں
باہم نظر چُرا کے گزرتے رہو مگر
اتنا رہے خیال کہ دُشمن ہے تاک میں!

جہاد

مظلوم کی مدد کو بڑھے ہم پئے جہاد
ظالم کو ایک ایک سِتم یاد آئے گا!
بارہ کروڑ ہاتھ فضا میں ہوئے بلند
بھارت کہاں کہاں سے گریباں بچائے گا؟

کچھ روز میں

کچھ روز میں دہکے گا دِل و جاں کا اَلاؤ
کچھ روز میں پگھلے گی غلامی کی یہ زنجیر!
ہم لوگ ترا قرض چکانے کو ہیں زندہ
کیوں اِتنی پریشاں ہے تو اے وادئ کشمیر؟

آزادئ کشمیر

اے جذبۂ غیرت ترے تعظیم سلامت!
ہے قبضۂ اغیار میں کیوں وادئ کشمیر؟
اِک خواب مسلسل ہمیں سونے نہیں دیتا!
اس خواب کی تعبیر ہے آزادئ کشمیر!!

فیصلہ

اے سنگدلو، غاصبو اے ظالمو، سُن لو!
یہ جنتِ ارضی ہمیں شہ رگ سے ہے پیاری
اب فیصلہ ہو کر ہی رہے گا سرِ میداں
کشمیر کی وادی ہے تمہاری کہ ہماری؟

اُنھیں سلام....!

مِرا وطن ہے منوّر اُنہی چراغوں سے
" ہوائے زر " میں بھی لَو جن کی تھر تھرا نہ سکی
ہزار بار " مبارک " انہیں جو بِک نہ سکے
انہیں " سلام " جنہیں مصلحت جھکا نہ سکی

یہ کیوں ہو گیا؟

لُٹی جیب بھی، آبرو بھی گنوائی
جواں حسرتوں کا بھی خُوں ہوگیا ہے
یہی غم انہیں مار ڈالے گا شاید!
یہ کیا ہوگیا ہے ، یہ کیوں ہوگیا ہے؟

نیّت بدل گئی

آنکھوں میں ناچتے ہیں رعونت کے دائرے
نیّت بدل گئی ہے اچانک کھڑے کھڑے
کیا جانے کس خیال سے اربابِ سیم و زَر
مسمار کررہے ہیں غریبوں کے جھونپڑے

سچ یہ ہے!!

فکرِ وطن نہ امن کی خواہش نہ دِل میں درد
فِطرت میں فرق ہے نہ طبعیت خراب ہے!
یہ جھوٹ ہے کہ ہے تجھے لاحق کوئی مرض!!
سچ یہ ہے جانِ من ' تری " نیّت " خراب ہے

سُلطانئی جمہور

اے چاکِ گریباں، ترے سلنے کی رُتیں
اے غنچۂپیماں، ترے کھلنے کی رُتیں ہیں
موسم ہے یہ سُلطانئ جمہور کا محسؔن
بچھڑے ہوئے احباب کے ملنے کی رُتیں ہیں

سفر کی شب

سفر کی شب میں جھپٹتی قضا کی دہشت سے
مُسافروں کی تھکن کس طرح لڑی ہوگی؟
کٹی پھٹی ہوئی لاشوں کو دیکھ کر محسؔن
مجھے یقیں ہے کہ خود موت روپڑی ہوگی!

شاید.....!

آرام سے تو بیٹھ کے سوچا بھی کر کبھی!
یہ کیسا خوف ہے تجھے، کیسا ہراس ہے
نفرت بڑھا رہا ہے وطن میں ہر اِک طرف
شاید ترے مزاج کو سازش ہی راس ہے

سوچیں!

کِس نے پاک وطن کی خاطر اپنا آپ گنوایا؟
کِس نے گھر برباد کیے اور کتنا مال کمایا؟
ڈھلتا سورج ڈوب رہا ہے آؤ بیٹھ کے سوچیں!
جانے والے سال ہیں ہم نے کیا کھایا، کیا پایا؟

مُبارک

دھرتی کے ستاروں کو نیا سال مبارک!
اس دیس کے پیاروں کو نیا سال مبارک
جو شدتِ آلام سے رو بھی نہیں سکتے!
اُن دَرد کے ماروں کو نیا سال مبارک

کبھی اس طرف کبھی اُس طرف

یہ تمام دِن کی ہما ہمی یہ تمام صبحوں کی کشمکش
یہ تمام رات کو جاگنا کبھی اِس طرف کبھی اُس طرف
سبھی اہلِ دِل کو دکھا رہا ہے ترِی شکست کا آئینہ
ترِا دوڑنا ترِا بھاگنا کبھی اِس طرف کبھی اُس طرف

رَہ شوق میں .... !

رَہِ شوق میں تو بچھائے جا، کڑی سازشوں کی یہ کرچیاں
ہمیں منزلوں کا جنون ہے، کسی موڑ پر نہ رُکیں گے ہم
ہمیں سیم و زَر کی جھلک دِکھا نہ نئے نئے ستم آزما
کہ تو جانتا ہے بہت ہمیں، نہ بکیں گے ہم نہ جھکیں گے ہم

بہانے

میں اکثر سوچتا ہوں، رَہزنوں کے جانشیں آخر
حقائق کیا چھپائیں گے، فسانے کیا تراشیں گے؟
غریبوں کی عدالت مجرموں کو جب بُلائے گی
خزانے لوٹنے والے بہانے کیا تراشیں گے؟

قرینہ

جو سوئے عاقبت ہوئے، وہ زینہ ہم بھی رکھتے ہیں
کہ احساس و عمل کا آبگینہ، ہم بھی رکھتے ہیں
میّسر آپ جیسی راحتیں ہم کو نہیں ، صاحب
وگر نہ سانس لینے کا ' قرینہ ' ہم بھی رکھتے ہیں

گالیاں

ہجومِ اہلِ دِل میں یوں بھی سنجدہ مسائل پر
بزرگانِ وطن کی تالیاں اَچھی نہیں لگتیں!
سیاسی شُعبدہ بازوں کو سمجھاؤ کہ جلسوں میں
شریفوں کی زباں سے گالیاں اچھی نہیں لگتیں!

قسم ۱

عدوئے آبروئے ملک و ملّت، وہم ہے تجھ کو
کہ تیرے ہموا، احساس کلیاں مَسل دیں گے
مگر ہم نے قسم کھائی ہے دھرتی کے تقدس کی
تِری سب سازشوں کو ہم بصد نفرت کچل دیں گے

سیاست کے لئے

سیاست کے لیے تازہ ہوا لینے گئے ہوں گے
سبق اپنے بزرگوں سے نیا، لینے گئے ہوں گے
ذرا سا آسرا، وعدہ وفا کا، عقل تھوڑی سی
وہ امریکہ کے دَر سے اَور کیا لینے گئے ہوں گے؟

نصب العین

طبعیت لاکھ بَرہم ہو سیاسی بد نصیبوں کی
سِتم گاروں کے حیلے ہوں کہ ہو سازش رقیبوں کی
ہر اِک ماحول میں لیکن ہمیں ثابت یہ کرنا ہے
کہ نصب العین ہے اپنا فقط خدمت غریبوں کی!

شرط یہ ہے ...... !

مُفلسوں کے سچ کی گرمی سے نمٹنے کے لیے
جھوٹ کا درجہ بھی فارَن ہیٹ ہونا چاہیئے
راس آجاتی ہیں آخر ذلتیں، رسوائیاں!
شرط یہ ہے آدمی کو " ڈِھیٹ " ہونا چاہیے

یہ لوگ

لبوں پہ ' رنگِ خوشامد ' سجائے پھرتے ہیں
دِلوں میں ' بُغض و حسد' کو چھپائے پھرتے ہیں
کسی کو ' رنجِ صدارت ' کسی کو زَر کی ہوس،
' یہ لوگ ' خود کو تماشا بنائے پھرتے ہیں

دماغی کیفیت

بلند اپنی ہلاکت کی چھڑی کرنے لگے صاحب!
ملامت اہلِ دِل کو ہر گھڑی کرنے لگے صاحب!
علاج " اُن " کی دماغی کیفیت کا اب ضروری ہے
کہ مُنہ چھوٹا ہے اور " باتیں بڑی" کرنے لگے صاحب!

جڑھے کون؟

دعویٰ ضرور کیجیے لیکن یہ سوچ کر!
دیوانۂ سیاستِ دوراں کی بڑہے کون؟
رشوت کی جڑ اُکھاڑیئے لیکن جنابِ من!
پہلے جواب دیجئے رشوت کی جڑ ہے کون؟

ذرا سی بات پہ

غُبارِ راہ میں پوشیدہ " وسوسے " ہیں بہت
ذرا سی بات پہ " ترکِ تعلقات " نہ کر
شریکِ عہد اگر تھا " حصولِ منزل " تک!
سفر میں رُخ نہ بدل، نفرتوں کی بات نہ کر

بیادِ فیضؔ

کہیں " میلہ " لگے یا زخم دہکائیں جنوں والے!
ترے ہجراں میں ہم بھی لمحہ بھر کو جھوم لیتے ہیں
دَرِ دِل اتفاقاً وا بھی ہو جائے تو حسرت سے
تِری چاہت میں ہم ' دستِ صبا' کو چُوم لیتے ہیں

کھیل تک

آپس کا " اختلاف " نہ بدلے " عِناد " میں!
خوشبوئے اِنتخاب سے منصب کی بیل تک
ہے " جذبۂ خلوص " پہ رونق کا انحصار
جمہوریت کے کھیل سے " کرکٹ کے کھیل تک "

سوداگرانِ موت

ہر دشمن عوام کی " سازش " کو جھوم کر
جذبات کے بھنور میں جکڑتے رہیں گے ہم!
جب تک خود اپنی جاں ہے سلامت خدا گواہ!
" سودا گرانِ موت " سے لڑتے رہیں گے ہم!

حادثہ

اس حادثے پہ " اہلِ ہنر " سوچتے رہیں
وہ چپ رہیں جو " اہلِ زباں و ضمیر " ہوں
پنجاب میں یہ رسم ہے رائج کہ اب یہاں
' ایم اے ' بنیں کلرک تو ' ان پڑھ ' وزیر ہوں

قلم عوام کے نام

جو لوگ ظلم و ستم سہہ کے سانس لیتے ہیں
متاعِ لوح و قلم ان کی صبح و شام کے نام
سخنورو پئے جمہوریت یہ عہد کریں!!
سخن وطن کے لیے ہے قلم عوام کے نام

تجارت

غیروں سے کبھی مل کے شرارت نہیں کرتے!
تعمیر سرِ آب عمارت نہیں کرتے!
ایماں ہے اصولوں کی سیاست پہ ہمارا
ہم لوگ ' ضمیروں ' کی تجارت نہیں کرتے!

صبحِ وطن

اے بارگہِ صبح وطن تجھ پہ نچھاوِر!
سانسوں کی یہ چاندنی بھی زَرِدیدۂ نم بھی
تسکین دِل و خونِ رگِ جاں کے علاوہ
حاضر ہے میرے تارِ گریباں کا علَم بھی

جہالت

نجانے کون سمجھاتا ہے اُن کو بولیاں ایسی؟
نجانے کِس جہاں کی کِس جہاں میں بات کرتے ہیں
اُنہیں تہذیب کی دہلیز پر اِک عُمر گزری ہے !
مگر اب تک جہالت کی زباں میں بات کرتے ہیں

سُورج

منزل کی طلب میں پسِ زندان و سرِ دار!
کٹتے ہوئے پایا کبھی جھکتے نہیں دیکھا
اے روز اُبھرتے ہوئے سُورج ذرا کہنا!
تُونے ہمیں رستے میں تو رُکتے نہیں دیکھا ؟

کچھ نہ پوچھئے!

انبارِ سیم و زَر کو لُٹانے کے باوجود!
کیوں وجہ ننگ وعار ہوئے کچھ نہ پوچھئے!
ناکام ہو کے برسرِ میداں پھر ایک بار
وہ کتنے شرمسار ہوئے کچھ نہ پوچھئے

ہٹ دھرمی

زباں سے گالیاں دینے کی بے شرمی نہیں جاتی
خلافِ اہلِ دِل کی سازش کی سرگرمی نہیں جاتی
وہ کتنی مرتبہ رُسوا ہوئے یارو . . . مگر اب تک
سرِ کوئے سیاست اُن کی ہٹ دھرمی نہیں جاتی

سازش

رِیا کاری ہوئی اُن کی حدِ اِمکان سے باہر
سیاسی خال و خد اُن کے ہوئے پہچان سے باہر
وہ فارغ لوگ ہیں، سازش دوا ہے اُن کی فطرت میں
کبھی ایوان کے اندر کبھی ایوان سے باہر!!

اتحاد

چھوڑو یہ تفرقے ، یہ شرارت یہ سازشیں!
چاہت کی داستاں تو اُدھوری ہے دوستو!!
دشمن کی دھمکیوں سے نمٹنے کے واسطے
آپس میں اِتحاد ضروری ہے دوستو!

تصوّر

افلاک پہ ٹوٹے ہوئے تاروں کے نشا ں سے
تم لوگ سمجھتے ہو یہ ہنگامِ سحر ہے؟
تم عید منانے کے تصوّر میں ہو لیکن
کشمیر کا چہرہ تو ابھی خون میں تَر ہے

سوال

دیارِ دِل کی صفِ دُشمناں سے آتے ہیں؟
زمیں کے لوگ ہیں یا آسماں سے آتے ہیں؟
کوئی جواب تو دو اے محافظانِ وطن!
یہ بنک لُوٹنے والے کہاں سے آتے ہیں؟

ذرا سی دیر

وہ ڈھل رہا ہے عدو کے غرور کا سُورج
ہتھیلیوں پہ چراغِ وفا جلا کے چلو
بکھر رہی ہیں وہ دیکھو صفیں حریفوں کی
ذرا سی دیر کو یارو قدم مِلا کے چلو

قیل و قال

شرارت جب بھی کرتے ہیں برائے مال کرتے ہیں
سیاست میں نجانے کیا وہ قِیل و قال کرتے ہیں
بڑھاپا اوڑھ کر ہم سے بگڑ جاتے ہیں محفل میں
کبھی ناراض بچوں کی طرح ہڑتال کرتے ہیں

شہرت

دلکشی کوچہ و بازار کی حد تک ہوگی
جاں کنی ساعتِ افطار تک ہوگی
آؤ شہرت کے لیے چھوڑ دیں کھانا پینا
بھوک ہڑتال تو اخبار کی حد تک ہوگی

خوش فہمیاں

لو دُور ہوگئیں سبھی خوش فہمیاں، جناب
اچھا ہوا دماغ کے شیشے تو جُڑ گئے!
اِک جوس کے گلاس پہ ہڑتال توڑ دی؟
چڑیوں کے ساتھ ہاتھ کے طوطے بھی اُڑ گئے

بات کرو

جو بن پڑے تو کسی مہرباں کی بات کرو
فروغِ حُسنِ رُخِ دوستاں کی بات کرو
بُھلا کے دِل سے کدورت مٹا کے بغض و حسد
وطن کے نام پہ امن و اماں کی بات کرو

مہنگائیاں

بجھالیتے، لہو پی کر ہم اپنا . . . . تشنگی اپنی
مگر کچھ خواہشیں اپنا لہو پینے نہیں دیتیں
برہنہ تن بھی گہ کر ہم گذر اوقات کر لیتے
مگر بازار کی مہنگائیاں جینے نہیں دیتیں

سیلاب

شہ رگ میں سَدا صورتِ سیماب ہے کشمیر
وجدان میں ڈھلتا ہوا اِک خواب ہے کشمیر
لے جائے گا ہر ظلم و تشدّد کو بہا کر!
جذبوں کا مچلتا ہوا سیلاب ہے کشمیر

دُشمن

نفرت کی ہر شام کا تلچھٹ خوابِ سحر تک آتا ہے
دِل میں جلتی آگ کا شعلہ دیدۂ تر تک آتا ہے
گھر میں بے شک شور مچاؤ لیکن اتنا یاد رہے!
دُشمن کی دیوار کا سایا اپنے گھر تک آتا ہے

امانت

خیالِ ارضِ خداداد عمر بھر .... رکھنا!
عدو کی سازشِ پیہم پہ بھی نظر رکھنا
وطن ہے دیں کی امانت بقولِ فکرو شعور
جو ہوسکے تو امانت سنبھال کر رکھنا!

قسمت

یہ بات فقط بات نہیں حرفِ دُعا ہے!
آوازِ جہاں، خونِ شہیداں کی صدا ہے!
جو پنجۂ آمر کو جھٹک کر ہے فروزاں
کشمیر اُسی ہاتھ کی قسمت میں لکھا ہے

عید کا چاند

وہ سیہ بخت ' فاقہ کش مزدور
جن کا دِل غم میں مسکراتا ہے
عید کا چاند اُن کے اشکوں میں
شرم سے ڈوب جاتا ہے

یکم مئی

یہ دن کے بھرے سال میں آتا ہے بس اِک بار
کب اہلِ ستم، دیدۂ مغرور کا دن ہے
دُکھ بانٹ لیں، زخموں پہ چھڑک لیں ذرا شبنم
آمِل کے منائیں کہ یہ مزدور کا دِن ہے

تراشے

جبینِ تاریخ پر لہو کے سبھی ارادے رقم رہیں گے
ہمارے کردار کے تراشے، سدا سپردِ قلم رہیں گے
وطن کے سب دشمنوں سے ٹکراؤ ایک ہو کر کہ یوں بھی محسنؔ
وطن سے قائم ہیں سب حوالے، وطن رہے گا تو ہم رہیں گے

دوزخی لُو

بے گناہوں کا لہو کب تک بنے گا رزقِ خاک
برف زاروں میں ہے یہ بارُود کی بُو کب تلک؟
کب تلک کشمیر کے پاؤں میں زنجیر ستم!
خُلد میں چلتی رہے گی دوزخی لُو کب تلک

آنسو

تیز آندھی کے مقابل جوڑتے ہیں کب سے؟
ظلمت شب میں وہ جگنو نہیں دیکھے جاتے
توڑ دے ظلم کے ہاتھوں کو کہ یارب ہم سے
اہلِ کشمیر کے آنسو نہیں دیکھے جارہے!

مل بیٹھنا

چند اربابِ سیاست کے ہیں پیارے مشغلے
سوچنا، بس سوچنا، ہر سوچ پر دِل بیٹھنا
اُن سے مت رکھو بھلائی کی توقع دوستو
اُن کی عادت میں ہے شامل ہر گھڑی مِل بیٹھنا

امن کا سفر

احساسِ فکر نبضِ غمِ دہر پر رہے
ہمراہ تیرے دینِ نبی ﷺ کی نظر رہے
اہلِ وطن کے دِل سے اُبھرتی ہے اِک دُعا
امن و سلامتی کا سفر بے خطر رہے

چہرہ

جب بھی کوئی معصوم بدن خاک پہ تڑپا
مٹتا ہوا ہر جبر کا سایہ نظر آیا!
تاریخ کو بے باک شہیدوں کے لہو میں
آزادئ کشمیر کا چہرہ نظر آیا!

دوسرا چہرا

لہو انسان کا سستا ہوا بارود کے دم سے
تجارت شہر سے نکلتی تو باڑے تک چلی آئی
نوازش قاتلوں کی پرورش کا دوسرا چہرہ
شرافت کی سیاست غل غپاڑے تک چلی آئی

میر واعظ

ظلم کی دُھوپ کا ہر رُوپ ہے بجھے کو مگر
برف زاروں میں سدا ذوقِ نمو بولے گا
جب بھی کشمیر کے ہونٹوں پہ لگی مُہر سکوت
میر واعظ ترا بیدار لہو بولے گا

موت

پاسباں عیش میں گم ہیں تو نگہباں خاموش
زندگی ریت کی دیوار تک آ پہنچی ہے
گھر میں بیٹھے رہو سہمے ہوئے بچوں کی طرح
موت اب کوچہ و بازار تک آ پہنچی ہے

گرمی

چٹخ جائیں، ستم کے دیوتا سڑ سڑ کے گل جائیں
رُخ کشمیر پر اُٹھتے ہوئے سب ہاتھ جل جائیں
ہم اہلِ دِل یہ گرمی ہنس کے سہہ لیں گے مگر محسنؔ
کسی صورت غلامی کی یہ زنجیریں پگھل جائیں

دیکھیں

یہ کیا کہ غیر کے کہنے پہ ہر نظر دیکھیں
ملے جو وقت تو خود بھی اِدھر اُدھر دیکھیں
لگا رہے ہیں جو الزام اہلِ دِل پہ بہت
کبھی وہ اپنے گریباں میں جھانک کر دیکھیں

سوال

آنسو بن کر دُکھتی آنکھ میں اُبھرے ایک سوال
کون مِری شاداب زمیں کو کرنے لگا پامال؟
کس کی شہ پر ڈوب رہے ہیں اپنے خوں میں آج
ایک ہی جسم کے سارے ٹکڑے ایک ہی ماں کے لال؟

شمع

ہے شوق دِل و جاں میں سلامت تو سمجھنا
سازش کی کوئی شاخ نہ پھولی ہے
بارود کی آندھی میں سنبھالے ہوئے رکھنا
اس دیس کی ہر شمع جو مشکل سے جلی ہے

یارب!

اغیار کی سازش سے دِل و جاں کے علاوہ
خود میرے مؤرّخ کا قلم ہانپ رہا ہے
ظالم کے مظالم کا کوئی فیصلہ، یارب!
مظلوم کی چیخوں سے فلک کانپ رہا ہے

کتبے

ان کی دروغ گوئی بے جسم و جان ہوگی
ہر جنس رائیگاں کی اونچی دکان ہوگی
کتبے پڑھے جو ہم نے یاد آئی اِک نصیحت
جیسا ضمیر ہوگا . . . . ویسی زبان ہوگی!

کہاں چلیں

کچھ آسماں پر بھی رقص کرتی ہیں بدلیاں بدگمانیوں کی
کچھ اپنے محور سے امن کی رُت بھی ان دنوں میں پھری ہوئی ہے
کہاں چلیں ہم برائے تسکیں عقیدتوں کے گلاب لے کر
کہ سرزمینِ امام ضامن تو زلزلوں میں گھری ہوئی ہے

امن

قتل و غارت گری کے سائے میں
زندگی موت کے مساوی ہے
امن کا ایک پُرسکوں لمحہ
ظلم کی اِک صدی پہ حاوی ہے

بجٹ

کاش مہنگائی کے عفریت کو ہو موت نصیب
کاش ٹل جائیں سروں سے یہ قضا کے سائے
دِن سنور جائیں غریبوں کے فضا ڈُھل جائے
کاش اِس بار جبٹ آئے تو ایسا آئے!

تنقید و تنقیص

تنقید ان کا شغل ہے تنقیص کاروبار
کیا کچھ ہے عرضِ حال میں حائل، نہ دیکھنا
اخبار میں بس اپنے مسائل اُچھالنا
محدود کس قدر ہیں وسائل، نہ دیکھنا

نیکی

مقروض کرکے خود کو فریبِ نظر نہ کھا
فقرو غنا بھی حُسن میں سج دھج سے کم نہیں
ٹوٹے ہوئے دِلوں کو کبھی جوڑ کے تو دیکھ
نیکی یہ مختصر ہے مگر حج سے کم نہیں

چاہیے

ساری کدورتوں کو مٹادینا چاہیے
نام وطن فلک سے ملادینا چاہیے
دشمن کی سازشوں کو کچلنے کے واسطے
آپس کی رنجشوں کو بھلا دینا چاہیے

قدم دو قدم

ہمارے دِل میں نہیں دشمنی کسی کے لیے
وہ دوستی کی فضا میں ذرا ڈھلے تو سہی
ہم اس کو بڑھ کے لگالیں گے اپنے سینے سے
وہ اپنی سمت قدم دو قدم چلے تو سہی